قدیم عرب معاشرہ اور تہذیبی انقلاب اسوۂ حسنہ کی روشنی میں

ڈاکٹر غلام علی خان

عرب قدیم کے حالات جاننے کے لئے ہمارے پاس دو ہی ذریعے ہیں ایک وہ داستانیں جو ایام العرب کے نام سے اہل عرب میں رائج تھیں دوسرے شعرائے عرب کا کلام جس میں وہ اپنی سوسائٹی کی معاشرت تہذیب، معاملات اور امیال وعواطف کی صحیح صحیح تصاویر کھینچتے ہیں لہٰذا ان کی شاعری محض شاعری ہی نہ تھی بلکہ قومی سیرت کی تصویر بھی تھی۔

دورِ جاہلیت میں عرب اپنی بعض فطری صلاحیتوں اور بعض عادات واخلاق میں ممتاز تھے فصاحت و بلاغت اور قادرالکلامی میں بے مثل تھے۔ آزادی، خودداری ان کو جان سے زیادہ عزیز تھی شہسواری وشجاعت میں وہ بے بدل تھے۔ حافظہ کے قوی بے تکلفی اور جفاکشی کے عادی، ارادہ کے پکے، زبان کے سچے، وفاداری اور امانت داری میں ضرب المثل تھے لیکن جزیرہ نما میں صدیوں سے انبیاء کی تعلیمات سے دوری اور باپ دادا کے دین اور قومی روایات پر سختی سے قائم ہونے کے سبب وہ دینی واخلاقی حیثیت سے بہت گر چکے تھے۔ اسلام سے قبل وہ تنزل وانحطاط کے آخری نقطہ پر تھے۔ اخلاقی واجتماعی امراض ان کی سوسائٹی کو گھن کی طرح کھا رہے تھے۔

بُت پرستی

بت پرست اقوام سے میل ملاپ کے نتیجہ میں جن اقوام سے عربوں کے تجارتی تعلقات قائم ہوگئے تھے ان کے دیوتاؤں کو بھی انھوں نے اختیار کرلیا تھا اور ان کی تعداد کسی طرح رومیوں کے دیوتاؤں سے کم نہ تھی (۱) سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ ’’عرب میں ہر ہر قبیلہ، ہر ہر شہر اور ہر ہر علاقہ

کا ایک خاص بت تھا بلکہ ہر گھر کا بت جدا تھا کسی نے تو بت خانہ بنا رکھا تھا اور کوئی اپنا بت بنا کر پوج رہا تھا جو بت خانہ نہیں بنا سکتا تھا یا بت تیار نہ کر سکتا تھا وہ حرم کے سامنے ایک پتھر گاڑ دیتا یا حرم کے علاوہ جہاں بہتر سمجھتا پتھر گاڑ کر اس کے ارد گرد اس شان سے طواف کرتا جس طرح بیت اللہ کے گرد طواف کیا جاتا ہے۔ ان پتھروں کو انصاب کہا کرتے تھے۔ (۲) فرشتوں، جنات، ارواح کے مذکر و مونث بت بنا کر پوجا کی جاتی کچھ قبائل اجرام سماوی کی پوجا بھی کرتے۔

جنگجو فطرت

ریگستان کے عربوں کی تہذیب خونریزی، لوٹ مار اور محض غارت گری تھی۔ غیر متمدن اور صحرا کی زندگی کا تقاضا بھی یہی تھا۔ لہذ یہ اعادت ان کے ہاں ایک شریفانہ شغل بن گئی تھی جنگ اور لڑائی کے لئے بیسیوں محاورات اور استعارات وتشبیہات انہوں نے وضع کر رکھی تھیں۔ (۳)

مال غنیمت، گھوڑوں، اونٹوں اور خوبصورت عورتوں اور مردوں کو لونڈی اور غلام بنانے اور ایک دوسرے سے انتقام لینے کے لئے سال بھر سوائے حج کے چار مہینوں کے لڑائی کی آگ ہر سو مشتعل رہتی۔ انہیں ایام میں خانہ کعبہ کے حج اور زیارت کو جاتے۔ بڑے بڑے میلے لگتے اور مشاعرے منعقد ہوتے اور تجارت و کاروبار کی سہولتیں بہم پہنچائی جاتیں۔ (۴)

لیکن یہ چار مہینے ان جنگ جو عربوں پر بڑے گراں گزرتے وہ جب چاہتے ان مہینوں کو دوسرے مہینوں سے بدل لیا کرتے۔ متواتر جنگ نے حماسۃ یا بہادری اور جرات کا وصف پیدا کیا اس وصف سے اس عقیدے نے پرورش پائی کہ جب بھی کسی قبیلہ کا کوئی فرد کسی دوسرے قبیلہ کے ہاتھ سے مارا گیا تو اس کا بدلہ پورے قبیلہ پر فرض ہے۔ یہ عقیدہ اس قدر پختہ ہو گیا تھا کہ خواہ قاتل کا نام ونشان تک مٹ جاتا مگر اس قبیلے سے اس قتل کا بدلہ ضرور لیا جاتا۔ طویل عرصہ تک جنگ وجدال کا سلسلہ جاری رہتا۔ (۵)

تفاخُر

عرب اپنی بزرگی وشرافت اور بہادری وشجاعت کی دھاک بٹھانے کیلیے ایک دوسرے پر تفاخر جتاتے۔ سید مودودی لکھتے ہیں کہ ”اپنے ہم جنسوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو طاقتور اور ممتاز

ثابت کرنے کے لیے وہ ہر قسم کے خطرات برداشت کرنے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ایک بہادر عرب کی بڑی سے بڑی تمنا یہ ہوتی تھی کہ اس کی چراہ گاہ میں دوسرے کا اونٹ نہ چر سکے۔جس چشمہ سے وہ پانی پیئے اس پر دوسرا نہ آنے پائے جس منزل میں وہ ٹھہرے وہ دوسروں کے لیے تنگ ہو جائے، جولباس وہ پہنے اس کی مثل کوئی دوسرا نہ پہن سکے اس کے مقابلہ پر کسی کو بڑا اور بزرگ نہ سمجھا جائے۔اس کے سامنے کسی کی تعریف نہ کی جائے۔ وہ جس کو چاہے قتل کر دے کوئی اس سے خون کا انتقام نہ لے سکے۔اس کا ہاتھ سب پر رہے اس کی خدمت سے کسی کو عار نہ ہو۔غرض یہ کہ ہر طرح اس کو دوسروں پر فضیلت حاصل رہے اور اس کے سامنے کوئی سر نہ اٹھا سکے''۔(۶)

شعرائے جاہلیت کا سارا کلام اس فخر و حماسہ عبارت ہے۔عہد جاہلیت میں جتنی ہولناک لڑائیاں ہوئیں ان میں سے اکثر اسی جذبہ تفاخر کا نتیجہ تھیں۔ جنگ بسوس جو بنی تغلب اور بنی بکر بن وائل کے درمیان چالیس برس تک جاری رہی صرف اتنی سی بات پر ہوئی تھی کہ بنی تغلب کے سردار کلیب بن ربیعہ کی چراہ گاہ میں بنی بکر کے ایک مہمان کی اونٹنی گھس گئی اور کلیب کے اونٹوں کے ساتھ چرنے لگی۔کلیب کا قاعدہ تھا کہ وہ نہ اپنی چراہ گاہ میں کسی کے جانور چرنے دیتا تھا نہ اپنی شکار گاہ میں کسی کو شکار کھیلنے دیتا، نہ اپنے جانورں کے ساتھ کسی کے جانوروں کو پانی پینے دیتا۔حتیٰ کہ اپنی آگ کے ساتھ کسی کی آگ بھی جلتی نہ دیکھ سکتا تھا۔

اس نے جب غیر کی اونٹنی کو اپنے جانورں کے ساتھ چرتے دیکھا تو غصہ میں آ کر اس کے ایک تیر مارا جو اس کے تھن میں جا لگا۔اونٹنی کے مالک نے جو اس کو زخمی دیکھا تو اس نے فریاد کی ''ہائے یہ کیسی ذلت ہے'' اس پر بنی بکر میں آگ لگ گئی اور ان کے ایک نوجوان عباس بن مرہ نے جا کر کلیب کو (جواس کا حقیقی بہنوئی تھا) قتل کر ڈالا۔کلیب کے بھائی مہلہل کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ اپنے بھائی کا انتقام لینے کھڑا ہو گیا۔یوں دونوں قبائل میں ایک طویل جنگ چھڑ گئی اور اسی جنگ و جدل دونوں قبائل تباہ ہو گئے۔(۷)

جنگ داحس محض گھڑ دوڑ میں ایک گھوڑے کے آگے نکل جانے پر برپا ہوئی اور نصف صدی

تک جاری رہی۔اوس وخزرج کی مشہور لڑائیاں جنکا سلسلہ کامل ایک صدی تک جاری رہا تفاخر وتنافر کے نہایت ہی معمولی واقعہ سے شروع ہوئی تھیں بنی سعد کا ایک شخص ایک خزرجی سردار مالک بن عجلان کے جوار میں رہتا تھا یک مرتبہ اس نے بنی قینقاع کے بازار میں دعویٰ کیا کہ میرا حلیف مالک بن عجلان سب سے زیادہ اشرف وافضل ہے یہ بات قبیلہ اوس کے ایک شخص کو بہت بری معلوم ہوئی اوراس نے قائل کو قتل کر دیا۔اس پر اوس اور خزرج کے درمیان قتل وخون کا ایسا خوفناک سلسلہ شروع ہو گیا کہ اگر اسلام نہ آتا تو دونوں قبیلے لڑلڑ کر فنا ہو جاتے۔(۸)

آہستہ آہستہ یہ تفاخر قومی علامت بن گیا حتی کہ حج کے بعض مناسک میں قریش عام حجاج سے الگ تھلگ اور ممتاز رہتے تھے وہ عرفات میں عام لوگوں کے ساتھ ٹھہرنا عار کی بات سمجھتے تھے۔(۹)

انتقام

عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جب کسی شخص کو قتل کیا جاتا ہے تو اس کی روح پرندہ بن کر (ان کی اصطلاح میں اس پرندے کا نام ھامہ اور صداء تھا) کوہ وبیاباں میں اُسقونی اُسقونی (مجھے پلاؤ مجھے پلاؤ) کی صدا اس وقت تک لگاتی رہتی ہے جب تک کہ انتقام نہ لے لیا جائے۔

بعض کا عقیدہ تھا کہ بدلا نہ لینے تک مقتول کی قبر تاریک رہتی ہے اور بعض کا عقیدہ تھا کہ جس مقتول کا انتقام لے لیا جائے وہ زندہ رہتا ہے اور جس کا نہ لیا جائے وہ بے جان ہو جاتا ہے۔اس بناء پر مقتول کے قبیلہ وخاندان کے لوگ حتی کہ حلیف قبائل بھی اس قرض کو اتارنا بہت ضروری خیال کرتے۔

اسیران جنگ کے ساتھ جانورں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا اور بسا اوقات ان کو انتہا درجہ کی اذیتیں دیکر ہلاک کیا جاتا تھا۔عکل اور عرینہ کا قصہ احادیث میں مذکورہ ہے کہ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کے چرواہوں کو پکڑ کر لے گیے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے ان کی آنکھیں پھوڑیں اور انہیں تپتی ہوئی ریت پر ڈال دیا یہاں تک کہ وہ پیاس اور تکلیف سے تڑپ تڑپ کر مر گئے۔(۱۰) جوش انتقام میں دشمنوں کی مردہ لاشوں کی جی بھر کر بے حرمتی کی جاتی۔ان کے ناک کان کاٹ کر گلے کا ہار بنا لیئے جاتے چنانچہ غزوہ احُد کے شہدائے اسلام کے نازک اعضاء کاٹ کر قریش کی عورتوں نے اپنے گلے کے ہار

بنا لیے تھے۔(۱۱) ابوسفیان کی بیوی ہند نے حضرت امیر حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا۔ نگلنا چاہا لیکن نگل نہ سکی تو تھوک دیا اور کٹے ہوئے کانوں اور ناکوں کو پازیب اور ہار بنالیا۔ (۱۲)

انہیں جب کسی شخص سے سخت دشمنی ہوتی تو قسم کھا لیتے تھے کہ اس کو قتل کر کے اس کی کھوپڑی میں شراب پئیں گے چنانچہ حرب الفساد میں فریقین نے بکثرت ایک دوسرے کے مقتولوں کی کھوپڑیوں میں شراب پی تھی۔(۱۳)

عشق بازی اور شاعری

عرب جاہلیت میں ایسا کوئی شخص نہ تھا جسے شاعری کا سلیقہ نہ ہو مرد عورت، بچے بوڑھے جوان سب ہی تھوڑے بہت شاعر ضرور ہوتے تھے اور ان کی شاعری عموماً فی البدیہہ ہوتی جس میں بڑی روانی اور صاف گوئی ہوتی لیکن چونکہ قوم کی قوم جاہل وہمی اور بت پرست تھی اس لئے اس قوم کے شعراء بھی ویسے ہی ہوتے تھے۔ ان میں وہ آدمی کمینہ اور ذلیل سمجھا جاتا تھا جس کو کسی عورت سے کبھی عشق پیدا نہ ہوا ہو۔ عرب کے بعض قبائل اپنی عشق بازی کی وجہ سے مشہور تھے مثلاً بنی عذرہ کے عشق کی یہاں تک شہرت تھی کہ ’’اعشق من بنی عذرۃ کی مثل مشہور ہے۔ یعنی فلاں شخص بنی عذرہ سے بھی زیادہ عاشق مزاج ہے‘‘۔(۱۴)

امرؤ القیس جیسے بڑے شاعر نے تو اس قدر بے باکی برتی ہے کہ محبوب عورتوں کے حسن ورعنائی کے قصے عام کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے اپنے جنسی تعلقات اور روابط کی کیفیت مزے لے لے کر بیان کی ہے رشید اختر ندوی کے مطابق ’’اسلام سے پہلے عربوں کی شاعری کا اگر تجزیہ کیا جائے تو حماسہ مہمان نوازی، فیاضی، عشق بازی اور اوہام پرستی کے سوا اس کی کوئی اور صنف نظر نہیں آتی سبب محض یہ ہے کہ عربوں میں کوئی اور وصف تھا ہی نہیں، ان کے افراد نہ صناع تھے نہ موجد تھے نہ حوصلہ منداونچے تاجر تھے اور نہ کوئی دوسرا فن جانتے تھے ہر قوم کی شاعری اس کے قومی اور اجتماعی کردار کا آئینہ ہوتی ہے، عرب چونکہ جاہل، بت پرست، وہمی اور جھگڑالو تھے اس لیے ان کی شاعری میں کسی اور چیز کا ذکر نہیں ملتا۔(۱۵)

دُختر کُشی

جاہلی معاشرہ میں عورت کے ساتھ ظلم و بد سلوکی عام طور سے روا سمجھی جاتی تھی اس کا مال مرد اپنا مال سمجھتے اور اسے ترکہ و میراث میں سے کچھ نہ دیا جاتا تھا۔شوہر کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد اس کو اجازت نہ تھی کہ اپنی پسند سے دوسرا نکاح کر سکے۔(۱۶)

شوہر کی وفات کے بعد عورت وراثت کی طرح تقسیم ہو کر بیٹوں کے حصہ میں آجاتی اور ایسا بھی ہوتا تھا کہ بیٹا باپ کی بیوہ سے شادی کر لیتا تھا۔(۱۷)

لڑکیوں کو موجب ذلت و عار سمجھا جاتا بعض قبائل میں لڑکیوں کو زندہ درگو کرنے کا رواج تھا۔ہیثم بن عدی کے مطابق زندہ درگور کرنے کا اصول عرب کے تمام ہی قبائل میں رائج تھا ایک اس پر عمل کرتا تھا دس چھوڑ تے تھے یہ سلسلہ اس وقت تک رہا جب تک کہ اسلام نہیں آیا۔(۸)

بعض ننگ و عار کی بنا پر بعض مفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل کرتے تھے۔عرب کے بعض شرفاء و رؤسا ایسے موقع پر بچوں کو خرید لیتے اور ان کی جان بچاتے صعصعہ بن ناجیہ کا بیان ہے کہ اسلام کے ظہور کے وقت تک میں تین سو زندہ درگو ہونے والی لڑکیوں کو فدیہ دیکر بچا چکا تھا۔(۱۹)

قرآن کریم نے اس صورت حال پر تبصرہ کیا ہے:

﴿واذا بشر احدهم بأ لانثی ظل و جهه مسوداً و هو کظیم ٥ یتواری من القوم من سوء ما بشر به ا یمسکه علی هون ام یدسه فی التراب ﴾ (۲۰)

''جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کسی کو منہ دکھائے سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیئے رہے یا مٹی میں دبا دے''۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿واذا بشر احدهم بما ضرب للرحمان مثلا ظل وجهه مسوداً و هو

کظیم۞ (۲۱)

''اور حال یہ ہے کہ جس اولاد کو یہ لوگ اس خدائے رحمان کی طرف منسوب کرتے ہیں اس کی ولادت کا مژدہ جب خود ان میں سے کسی کو دیا جاتا ہے تو اس کے منہ پر سیاہی چھا جاتی ہے۔ اور وہ غم سے بھر جاتا ہے''۔

انسانیت کے نام پر یہ حیوانی زندگی پتہ نہیں کب تک دنیا اور انسانی تہذیب کو لہو رنگ دیتی رہتی لیکن قدرت کو انسانیت کی بھلائی مقصود تھی اس لئے حضرت محمد ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا اور انسانیت کو گڑھے میں گرنے سے بچا لیا گیا۔ انسان کی کتاب زندگی کا نیا باب رقم ہوا اور ایک پر امن شاندار تہذیب نے ہولناکی کی اس صورت حال سے انسانیت کو بچا لیا اور ایک کایا پلٹ انقلاب نے ملک عرب کا بالخصوص اور دنیا کا بالعموم نقشہ بدل کر رکھ دیا۔

وحدت نسل انسانی و تکریم انسانیت

اسلام وحدت نسل انسانی کا داعی ہے۔ اور ان کے درمیان رنگ نسل، زبان اور وطن کی بنیاد پر کسی فضیلت کا قائل نہیں۔ قرآن کریم نے اس اصول کو یوں بیان فرمایا:

۞یا ایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدةٍ وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً کثیراً ونساء. واتقوا الله الذی تساء لو ن به والا رحام۞ (۲۲)

''لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو اک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیئے۔ اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو۔ اور رشتہ قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۞وجعلنا کم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند الله أتقاکم۞ (۲۳)

''اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا اشرف والا وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔''

''یا معشر قریش ان الله قد اذهب عنكم نخوة الجاهلية وتعظمها بآلا باء. الناس من آدم و آدم من تراب'' (٢٤)

''اے گروہ قریش! اللہ نے تم سے جاہلیت کے غرور اور اس پر فخر کرنے کو دور کر دیا۔ لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے۔''

"ليس للعربي فضل على عجمي ولا لعجمي فضل على العربي كلكم ابناء آدم و آدم من تراب" (٢٥)

''کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے۔''

آخری خطبہ میں نبی کریم ﷺ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہارا خون اور تمہارا مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارے آج کے دن کی، رواں مہینے کی اور موجودہ شہر کی حرمت ہے۔ سن لو جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی۔ (۲۶)

ان تعلیمات کا اثر یہ ہوا کہ ایک چوتھائی صدی کے قلیل عرصہ ہی میں عرب جیسی غیر مہذب قوم کے اندر احترام نفس انسانی اور امن پسندی کا ایسا مادّہ پیدا ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی پیشن گوئی کے مطابق قادسیہ سے صنعا تک ایک عورت تنہا سفر کرتی تھی اور کوئی ان کے جان و مال پر حملہ نہ کرتا تھا۔ حالانکہ یہ وہی ملک تھا جہاں پچیس سال پہلے بڑے بڑے قافلے بھی بے خوف نہ گزر سکتے تھے۔

آج دنیا کے مہذب قوانین میں حرمت نفس کو جو درجہ حاصل ہوا ہے وہ اس انقلاب کے نتائج میں سے ایک شاندار نتیجہ ہے جو اسلامی تعلیم نے دنیا کے اخلاقی ماحول میں برپا کیا تھا۔

عورت کی تعظیم

اسلام نے عورت کو مرد ہی کی طرح تحفظ زندگی اور تحفظ آبرو کی ضمانت دی۔ اور بیٹے بیٹیوں

کی تفریق کا خاتمہ کردیا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿للہ ملک السمٰوٰت والارض یخلق مایشاء یھب لمن یشاءُ اناثاً ویھب لمن یشاء الذکورہ اویزوجھم ذکراناً واناثاً و یجعل من یشاء عقیماً انہ علیم قدیر﴾ (۲۷)

''اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے لڑکیاں اور جسے چاہتا ہے لڑکے عطا کرتا ہے۔ یا انھیں لڑکوں اور لڑکیوں کے جوڑے دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنادیتا ہے۔ بے شک وہ علم والا اور قدرت والا ہے۔''

اسلام نے عورت کو ذلت ورسوائی کے مقام سے اتنی تیزی سے اٹھایا اور حقوق ومراعات سے نوازا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہم اپنی عورتوں سے گفتگو کرتے اور بے تکلفی برتتے ہوئے بھی ڈرتے تھے کہ کہیں ہمارے متعلق کوئی حکم نہ نازل ہوجائے۔ جب نبی کریم ﷺ کا انتقال ہوگیا تو ہم ان کے ساتھ بے تکلف رہنے لگے۔ (۲۸)

عورتوں کے حقوق سے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات و منعا و ھات و وادالبنات''(۲۹)

''اللہ نے حرام کی ہے تم پر ماؤں کی نافرمانی، ادائیگی حقوق سے ہاتھ روکنا اور ہر طرف سے مال بٹورنا اور لڑکیوں کا زندہ دفن کرنا''

مولانا جلال الدین انصر عمری رقم طراز ہیں:

دنیا نے عورت کو منبع معصیت اور مجسم پاپ اور گناہ سمجھ رکھا تھا لیکن کائنات کی اس برگزیدہ ہستی نے فرمایا جس کی ہر حرکت اور ہر ادا مجسم اخلاق تھی جس نے دنیا کو تقویٰ وخدا ترسی کے آداب سکھائے۔ جو پیدا ہی اس لیے کیا گیا تھا کہ کائنات سے معصیت وفحاشی کو ختم کردے۔

''حُبب الیّ من الدنیا النساء و الطیب و جُعِلت قرۃ عینی فی الصلوۃ''(۳۰)

''دنیا کی چیزوں میں مجھے عورت اور خوشبو پسند ہے (لیکن) میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں

رکھی گئی ہے۔''

ان انقلابی اقدامات وتعلیمات کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ وحشی معاشرہ جہاں بیٹیاں علامت عار سمجھ کر زندہ درگور کی جارہی تھیں کچھ ہی عرصہ میں یہ اخلاق کے اس مقام بلند پر پہنچ گیا کہ لوگ دوسروں کی اولاد کے محافظ بن گئے۔

بخاری ومسلم اورابوداؤد کی روایت ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعدان کی بیٹی کی کفالت کے تین دعویدار پیدا ہوگئے۔ایک طرف سے حضرت علی چلے آئے کہ یہ میری چچازاد بہن ہے لہٰذا میں اس کی پرورش کا حق دار ہوں۔دوسری طرف حضرت جعفرؓ نے دعویٰ کیا کہ میں علیؓ سے زیادہ اس کی نگہداشت کا مستحق ہوں کیونکہ یہی نہیں کہ وہ میرے چچا کی لڑکی ہے بلکہ اس کی خالہ بھی میرے نکاح میں ہے اس طرح دودوجہت سے مجھے اس کی پرورش کی سعادت ملنی چاہیے۔

تیسری طرف حضرت زید رضی اللہ عنہ نے مقدمہ دائر کردیا کہ وہ تو میرے بھائی کی بیٹی ہے اور چچا سے زیادہ بھیجی کی تربیت کا کسے حق پہنچتا ہے۔(حضرت حمزہؓ ان کے مواخاتی بھائی تھے)۔(۳۱)

اخوت

آپ ﷺ نے تاریخ انسانی کا ایک نہایت تابناک کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات اور بھائی چارہ قائم کردیا۔حضرت انس بن مالکؓ کے مکان میں مہاجرین وانصار کل نوے کی تعداد میں جمع تھے جن میں آدھے مہاجر اور آدھے انصار تھے۔بھائی چارے کی بنیاد یہ تھی کہ وہ ایک دوسرے کے غمخوار ہونگے۔اور موت کے بعد کسی قرابتداروں کے بجائے یہی ایک دوسرے کے وارث ہونگے۔وراثت کا یہ حکم جنگ بدر تک قائم رہا۔پھر یہ آیت نازل ہوئی:

''واولوا الارحام بعضهم اولیٰ ببعض'' (۳۲)

توانصار ومہاجرین میں باہمی توارث کا حکم ختم کردیا گیا۔لیکن بھائی چارے کا عہد باقی رہا۔

قرآن کریم نے عربوں کی حالتِ ماضی پر یوں تبصرہ کہا ہے:

﴿واذکروا نعمت الله علیکم اذ کنتم اعدآءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم

بنعمته اخواناً .و کنتم علی شفاحفرۃِ من النار فانقذکم منھا﴾ (۳۳)

''اللہ کے اس احسان کو یادرکھو جواُس نے تم پر کیا ہے۔تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اُس نے تمہارے دل جوڑ دیئے اوراُس کے فضل وکرم سے تم بھائی بھائی بن گئے تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے اللہ نے تم کواس سے بچالیا''۔

﴿والف بین قلو بھم ط لو انفقت مافی الا رض جمعیاً مآالفت بین قلو بھم ولکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم﴾

''اورمومنوں کے دِل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو ان لوگوں کے دِل نہ جوڑ سکتے تھے مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دِل جوڑے۔''

اللہ تعالیٰ کے فضلِ خاص کے طفیل ایمان لانے والے اہل عرب کے درمیان الفت ومحبت اور بھائی چارہ کی وہ فضا قائم ہوگئی جس نے انھیں ایک جتھا بنا دیا۔

سید مودودی کے بقول ''اللہ کا یہ فضل اوس وخزرج کے معاملہ میں تو سب سے زیادہ نمایاں تھا یہ دونوں قبیلے دو ہی سال پہلے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اور مشہور جنگ بُعاث کو کچھ زیادہ دِن نہیں گزرے تھے جس میں ایک دوسرے کو گویا صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔ایسی شدید عداوتوں کو دو تین سال کے اندر گہری دوستی و برادری میں تبدیل کر دینا اوران متنافر اجزاد کو جوڑ کر ایسی ایک بنیانِ مرحوص بنا دینا جیسی کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں اسلامی جماعت تھی یقیناً انسان کی طاقت سے بالاتر تھا اور دنیوی اسباب کی مدد سے یہ عظیم الشان کارنامہ انجام نہیں پا سکتا تھا۔'' (۳۵)

جنگ بدر جس میں ۸۴ مہاجر ۶۱ قبیلہ اوس اور ۷۰ قبیلہ خزرج کے لوگ تھے نے ملکر اپنے سے کئی گنا بڑی طاقت کو شکست فاش دے دی۔

۵ ہجری تک مسلمانوں کی قوت اتنی مجتمع ہو چکی تھی کہ ذات الرقاع دومۃ الجندل اور مریسیع کے معرکوں میں دشمن نے نہ صرف پیٹھ دکھائی بلکہ ہارے بھی اور قیدی بھی بنے۔

صلح و جنگ کا ضابطہ اخلاق

عربوں کی وحشیانہ، عام اور بے مقصد لڑائیوں کی جگہ اسلام نے ظلم اور ظالم کے خلاف "جہاد فی سبیل اللہ" کا تصور دیا اور اپنے پاکیزہ تصور کے تحت اسلام نے جنگ کا ایک مکمل ضابطہ قانون وضع کیا جس میں جنگ کے آداب، اس کے اخلاقی حدود، محاربین کے حقوق و فرائض، مقاتلین اور غیر مقاتلین کا امتیاز اور ہر ایک کے حقوق معاہدین کے حقوق، سفراء اور اسیران جنگ کے حقوق، اور مفتوح قوموں کے حقوق تفصیل کے ساتھ بیان کیے اور ہر ایک کے لئے قواعد کلیہ اور حسب ضرورت جزئی احکام بھی مقرر کیے۔ (۳۶)

اتنے بڑے انقلاب کیلئے نبی کریم ﷺ نے تلوار کو کم سے کم استعمال کیا اور اگر میدان جنگ میں آپ مسلم قوت کو اتارنے پر مجبور ہوئے تو اس وجہ سے کہ مخالف جاہلی قوت کے علمبردار خود بار بار چڑھ آئے بدر، احد اور احزاب کی تین بڑی جنگیں مدینے کے دروازے پر لڑی گئیں۔ صرف آخری جنگ جس کے پہلے مرحلے پر مکہ اور دوسرے میں حنین و طائف مفتوح ہوئے اس وجہ سے ناگزیر تھی کہ دشمن کی جنگی قوت اور کاروائیوں کے یہ مراکز تھے اگر انھیں قائم رہنے دیا جاتا تو جنگوں کا یہ سلسلہ نہ جانے کب تک چلتا اس طرح غزوہ بنو مصطلق اور غزوہ خیبر کا مقصد خوفناک قسم کی غدارانہ اور سازشی کاروائیوں کا سدّ باب کرنا تھا باقی چھوٹے موٹے معرکے یا تو ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لئے تھے۔ یا سرحدی جھڑپوں کی نوعیت رکھتے تھے۔ 9 سال کی تمام جنگی کاروائیوں میں دشمن کے ۷۵۹ افراد ہلاک ہوئے یعنی تقریباً ۸۴ افراد فی سال اور مسلمانوں کا کل جانی نقصان ۲۵۹ ہے اور دوطرفہ جنگی اموات کی میزان ایک ہزار اٹھارہ ہے۔

کیا دنیا اور خصوصاً آج کی مہذب دنیا کا کوئی انقلاب اتنے کم جانی نقصان کے ساتھ اتنے بڑے تغیر کی مثال پیش کر سکتا ہے۔ اس نام نہاد مہذب دنیا میں تو انقلاب ایک عفریت کی طرح آتا ہے۔ اور ہزار ہا انسانوں کو لقمہ بناتا ہے۔ پھر انقلابی حکومتیں جبریت کے تخت پر بیٹھ کر لوگوں کو مسلسل قتل کرتی رہتی ہیں۔ جیلوں میں ڈالتی انھیں عذاب دیتی اور برسوں خوف و دہشت کی فضا طاری رہتی ہے۔

تکمیل اخلاقِ عالیہ

بقول علامہ شبلی کے ''اخلاق کے دوسرے معلمین کی درسگاہوں پر ایک نظر ڈالیئے تو معلوم ہو گا کہ وہاں صرف ایک فن کے طالب علم تعلیم پاتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تربیت گاہ میں فوجی تعلیم کے سوا کوئی اور فن نمایاں نہیں۔

حضرت عیسیٰ کے مکتب میں عفو و درگزر کی سوا اور سبق نہیں بدھ کے وہار اور خانقاہ میں در بدر بھیک مانگنے والے مرتاض فقیروں کے سوا کوئی اور موجود نہیں۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی درسگاہ اعظم میں آ کر دیکھو تو معلوم ہو گا کہ یہ ایک عمومی جامعہ ہے جس میں انسانی ترقی کی ہر قوت نشو و نما پا رہی ہے۔

خود معلم کی ذات ایک پوری یونیورسٹی ہے جس کے اندر علم و فن کا ہر شعبہ اپنی جگہ پر قائم ہے اور ہر جنس ہر مذاق کے طالب علم آتے ہیں اور اپنے اپنے ذوق اور استعداد کے مطابق کسب کمال کر رہے ہیں۔(۳۷)

مولانا نعیم صدیقیؒ اس اخلاقی انقلاب پر یوں تبصرہ فرمایا ہے:

> ''محمدیؐ انقلاب کے حیرت انگیز پہلوؤں میں سے ایک یہ ہے کہ جس نے آپ کے پیغام کو قبول کیا اس کی ساری ہستی بدل گئی اس کے ذہن کی ساخت، اس کے افکار و جذبات، اس کے ذوق و دلچسپیاں، اس کی دوستیاں اور دشمنیاں، اس کے اخلاقی معیارات سب کے سب بدل گئے۔''[۳۷]

پیغمبر آخر الزمان ﷺ کا بڑا احسان عربوں پر بطور خاص اور پوری دنیا کی انسانی تہذیبوں پر یہ ہے کہ آپ نے انسانوں کے تمام رشتوں اور رابطوں کو محکم بنیادوں پر استوار کیا۔ ایک دوسرے کی باہمی ذمہ داریاں واضح کیں۔ سب کے حقوق و فرائض متعین کیئے اور اپنے نمونے کے معاشرے میں والدین اور اولاد، بھائی بہنوں، میاں بیوی، استاد اور شاگرد امیر اور غریب پڑوسی اور ہمسفر حاکم اور رعایا کے ربط و تعلق کو احسن شکل دی۔

حواشی

۱۔ گستاؤلی بان۔تمدن عرب،ص ۸۸
۲۔ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر،ص ۵۸
۳۔ الجہاد فی الاسلام،ص ۱۸۲۔۱۸۵۱
۴۔ محمد اکبر شاہ نجیب آبادی، تاریخ اسلام، ۱/ ۶۷
۵۔ تہذیب وتمدن اسلامی،ص ۲۱
۶۔ الجہاد فی الاسلام،ص ۱۸۹، ۱۹۰
۷۔ العقد الفرید ۳/ ۴۷،۷۷، بحوالہ الجہاد فی الاسلام ص ۱۸۹
۸۔ ابن اثیر، ۱/ ۴۹۴، ۵۱۱، بحوالہ الجہاد فی الاسلام،ص ۱۹۳
۹۔ البقرہ/ ۱۹۹
۱۰۔ الجہاد فی الاسلام ص ۲۰۰
۱۱۔ سیرۃ ابن ہشام ۲/ ۹۰
۱۲۔ الرحیق المختوم ص ۴۴۹
۱۳۔ طبقات ابن سعد، بحوالہ الجہاد فی الاسلام ص ۲۰۳
۱۴۔ تاریخ اسلام ۱/ ۱۷
۱۵۔ تہذیب وتمدن اسلامی ص ۲۳
۱۶۔ البقرہ/ ۲۳۲
۱۷۔ احکام القرآن ۲/ ۱۴۸
۱۸۔ اسلامی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر ص ۶۱
۱۹۔ کتاب الاغانی بحوالہ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کے اثرات،ص ۶۱
۲۰۔ الزخرف/ ۱۷
۲۱۔ النحل/ ۵۸۔۵۹
۲۲۔ النساء/ ۱
۲۳۔ الحجرات/ ۱۳
۲۴۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۴/ ۵۴
۲۵۔ ایضاً، ۲/ ۶۰۳
۲۶۔ الشوریٰ/ ۴۹، ۵۰
۲۷۔ بخاری، کتاب النکاح باب الوصاۃ بالنساء
۲۸۔ بخاری، کتاب الادب، باب حقوق الوالدین
۲۹۔ عورت اسلامی معاشرہ میں،ص ۵۸
۳۰۔ ایضاً ص ۶۱
۳۱۔ الانفال/ ۴۰
۳۲۔ زاد المعاد ۲/ ۵۶
۳۳۔ آل عمران/ ۱۰۲
۳۴۔ الانفال/ ۶۳
۳۵۔ تفہیم القرآن ۲/ ۱۵۷
۳۶۔ الجہاد فی الاسلام ص ۲۱۸
۳۷۔ سیرۃ النبیؐ، ۶/ ۳۶
۳۸۔ سید انسانیت،ص ۱۰

مراجع ومصادر

۱۔ قرآن کریم، (ترجمہ سید مودودی)، ترجمان القرآن، لاہور، طبع ششم ۱۹۸۸ء

۲۔ ابن قیم "زاد المعاد"، مصطفیٰ البابی، مصر ۱۳۴۷ھ

۳۔ ابن کثیر، ابوالفداء عماد الدین، علامہ "البدایہ والنھایۃ" (ترجمہ کوکب شادانی) نفیس اکیڈمی، اردو بازار، کراچی، طبع اول ۱۹۸۷ء

۴۔ ابن ہشام، ابو محمد، عبد الملک "السیرۃ النبویۃ"، مصطفیٰ البابی، مصر، س ن

۵۔ ابوالحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر مجلس نشریات اسلام، کراچی۔ س۔ن

۶۔ ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، اٹھارواں ایڈیشن ۱۹۸۴ء

۷۔ ابوالاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ اردو بازار، لاہور،

۸۔ البخاری، محمد بن اسمٰعیل، "الجامع الصحیح"، المکتبۃ الرحیمیۃ دیوبند، انڈیا ۱۳۸۷ھ

۹۔ جصاص، "احکام القرآن" البہتیہ المصریہ، ۱۳۴۷ھ

۱۰۔ جلال الدین عمری، عورت اسلامی معاشرہ میں، اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور طبع دوم۔ ۲۰۰۲ء

۱۱۔ رشید اختر ندوی، تہذیب وتمدن اسلامی، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۱۹۵۵ء

۱۲۔ ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، المکتبۃ العلمیۃ لیک روڈ، لاہور، طبع اول، ۱۹۶۸ء

۱۳۔ ڈاکٹر خالد علوی، انسانِ کامل، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اردو بازار، لاہور۔ طبع دوم، 1997

۱۴۔ سیدیو، موسیو، (مترجم عبد الغفور خان، محمد حلیم انصاری) "تاریخ عرب"، مقبول اکیڈمی، انارکلی، لاہور، س۔ن

۱۵۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، عالمین پبلی کیشنز ریٹی گن روڈ، لاہور، طبع پنجم، ۲۰۰۰ء

۱۶۔ سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۱

۱۷۔ صفی الرحمان مبارکپوری، الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ، لاہور طبع پنجم ۱۹۹۰ء

۱۸۔ ظفیر الدین، مولانا، اسلام کا نظام عفت وعصمت، المطبعۃ العربیۃ، پرانی انارکلی، لاہور، س، ن

۱۹۔ گستاؤلی بان، تمدن عرب، (ترجمہ سید علی بلگرامی) ظفر ٹریڈرز اردو بازار، سرگودھا، س، ن

۲۰۔ محمد مصطفےٰ سباعی، (مترجم معروف شاہ شیرازی) "اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو"، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، طبع ہفتم ۱۹۹۸ء

۲۱۔ محمد فواد عبدالباقی، المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، سہیل اکیڈمی اردو بازار، لاہور، طباعت سوم ۱۹۸۷ء

۲۲۔ محمد صلاح الدین، بنیادی حقوق، ادارہ ترجمان القرآن، اچھرہ، لاہور، طبع دوم۔ ۱۹۷۸ء

۲۳۔ محمد قطب، جدید جاہلیت، البدر پبلی کیشنز اردو بازار، لاہور، اشاعت دوم۔ ۱۹۸۰ء

۲۴۔ محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار،، لاہور ۱۹۹۱ء
گیارواں ایڈیشن ۱۹۸۸ء

۲۵۔ محمد اکبر شاہ نجیب آبادی، تاریخ اسلام، الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار، لاہور، ۱۹۹۱ء

۲۶۔ نعیم صدیقی، محسن انسانیت، ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور، طباعت پنجم ۱۹۹۲ء